Journal of Religion & Society (JRS)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

THE CONCEPT OF ISLAM, POLITICS AND ITS SIGNIFICANCE IN CONTEMPORARY TIMES

اسلام کا تصور سیاست اور عصر حاضر میں اس کی معنویت
نبوی ﷺ کی روشنی میں

Ali Shan
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Superior University Lahore, Punjab, Pakistan
hmhamidfaridi@gmail.com
Muhammad Qaiser
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Superior University Lahore, Punjab, Pakistan
qm78586@gmail.com
Hafiz Muhammad Akbar Ali
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Superior University Lahore, Punjab, Pakistan
hakbarali500@gmail.com

ABSTRACT

Islam is the only religion, which provides man with the clear guidance in every aspect of life. It not only provides a complete system of individual, family, but also teaches about social life including internal and external affairs and policies of a state. The Messenger of Allah (peace and blessings of Allah be upon him) has presented himself as a perfect model in all these aspects as instructed by Islam. An aspect of his Sunnah proves him as a perfect statesman, who runs a successful and welfare state with his just principles and clear rulings on government and politics. His Holy Companions (Allah be pleased with them) followed his principles of state and politics during their caliphate, and left the perfect examples of a welfare state. Politics deal with managing national and community affairs in a perfect way which may ensure the complete welfare system for the whole society. In present scenario, it has become the topic of the Day. The article in hand will discuss this topic in the perspective of Islam and the Sunnah of the Holy Prophet (PBUH). The Researcher will analyse the content, and use a close-ended Questionnaire through Qualitative type of research. It will be Descriptive in expression. It will help the Researchers, politician, and the statesman of contemporary era to deduct their responsibilities in the perspective of Islam in order to create a balanced and welfare society.

Keywords: *Islam, Politics, Contemporary Society, Welfare State*

تعارف :

بحیثیت مسلمان ہمارا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ دین اسلام نے انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر گوشہ وکنار میں اپنے ماننے والوں کو ایسے رہنما اصول عطا فرمائے ہیں جو دنیاو آخرت میں ان کی فلاح ونجات کے ضامن ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ تِبۡيَٰنٗا لِّكُلِّ شَيۡءٖ۔[1]

اور ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کو بیان کر دیا گیا ہے۔

گویا قرآن مجید دنیوی واخروی انفرادی واجتماعی تمام معاملات کا احاطہ کرتا ہے۔ قرآن کریم حقائق پر مبنی علوم کی ایک ایسی درس گاہ ہے جو تمام نسل آدم کو دنیا میں امن وسکون اور ترقی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ آخرت کے دائمی نقصانات اور تکالیف سے بچنے اور محفوظ رہنے کے طریقے بھی بتاتی ہے۔ چنانچہ اس کتاب ہدایت میں انفرادی، اجتماعی، معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی زندگی سے متعلق اصول وقوانین موجود ہیں جن کی مدد سے پیش آمدہ جزوی مسائل کا قابل عمل حل پیش کر کے امن اور عدل وانصاف پر مبنی معاشروں کا قیام عمل میں لایا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید ایک مضبوط اور درست نظام مہیا کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانَ يَهۡدِي لِلَّتِي هِيَ أَقۡوَمُ۔[2]

یہ قرآن یقیناً اس راہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔

یعنی قرآن ایک ایسے نظام کی طرف ہدایت کرتا ہے جس میں شخصی واجتماعی ہر دو قسم کے احکام شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال اور عہدِ خلافت راشدہ کے بعد اسلام کے سیاسی اصولوں کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ عملاً حکومت وسیاست کا دین ومذہب سے ناطہ بھی ختم کر دیا گیا۔ اور پھر یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے نتیجے میں جدید سیاسی افکار کے ارتقاء اور دولت عثمانیہ کے خاتمہ نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ آج مسلم قومی ریاستوں میں اسلام کی سیاسی فکر کو جدید مغربی سیاسی افکار کے ساتھ اس طرح خلط ملط کر کے پیش کیا جاتا ہے کہ درست راہ کا تعین کرنا بعض اوقات دشوار ہو جاتا ہے۔ اور یوں مسلم معاشرے فکری وعملی کشمکش اور پراگندگی کا باعث بن جاتے ہیں۔

آج مسلم دنیا اندرونی وبیرونی خلفشار، سیاسی عدم استحکام، ظلم وناانصافی، عدم رواداری، اخلاقی وذہنی پراگندگی، دہشت گردی اور اقوام مغرب کی عملی وفکری غلامی جیسی بدترین صورتحال سے دوچار ہے۔ ایسے میں قرآن کریم اور سیرت محمد مصطفی ﷺ سے رہنمائی ہی اس ڈانواں ڈول کشتی کو طوفانی موجوں سے بچا کر لے جاسکتی ہے۔ مسلم معاشروں کی اس دگرگوں حالت کی بنیادی وجہ اسلام کی بنیادی تعلیمات سے انحراف، بے اعتنائی اور غیروں کے بنائے ہوئے اصولوں کو سینے سے لگانا ہے۔

سیاست کا لغوی مفہوم:

عربی معاجم میں لفظ سیاست کے مطالعہ سے اجمالاً جو مفہوم سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ لفظ سَاسَ یَسُوسُ بروزن قَالَ یقول سے مصدر کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر سوس بروزن قول بھی آتا ہے۔ کتب لغات میں السیاسۃ اور سوس کے معروف لفظی معنی "اصلاح کرنا اور سنوارنا" کے ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل حسب ذیل ہے۔ لفظ سیاست مختلف معاجم عربیہ میں متقارب معانی میں استعمال ہوا ہے،

[1] سورہ نحل: 16/89

[2] سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷/۹

اگرچہ الفاظ مختلف ہیں۔ البتہ قرآن مجید میں یہ لفظ اور اس کے دیگر مشتقات کا کہیں پر بھی استعمال نہیں ہوا ہے۔ لیکن اس کے معنی اور مفہوم کو ادا کرنے والے دیگر الفاظ کا استعمال ہوا ہے، جن میں سے واضح ترین مفہوم "ولایۃ امر "کے عنوان سے ذیل کی آیت میں بیان ہوا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ .[3]

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو۔

بی۔بی۔سی انگلش ڈکشنری کی تعریف کے مطابق سیاست کا مطلب یہ ہے:

> "Politics is the actions or activities which people use to achieve power in country, society or organization. Your politics are your beliefs about how a country should be governed. Politics is the study of the ways in which a country is governed." [4]

سیاست کا مطلب وہ امور جنہیں لوگ ملک، معاشرے یا ایک تنظیم میں طاقت و قدرت کے حصول کے لیے بروئے کار لاتے ہیں۔ آپ کی سیاست آپ کے نظریات ہیں کہ کسی ملک پر کیسے حکومت کی جائے۔ (گویا) سیاست کسی ملک پر حکومت کرنے کے طریقہ ہائے کار کا مطالعہ ہے۔

سیاست کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاحی مفہوم میں لفظ سیاست عمومی و خصوصی ہر دو معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی جہاں سیاست کے عمومی طور پر اصطلاحی معانی بیان ہوئے ہیں وہاں اس کے خاص معنی یعنی "السیاسۃ الشرعیۃ" کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ لہٰذا ذیل میں سیاست کی اصطلاحی تعریف ہر دو معنی کے اعتبار سے کی جا رہی ہے۔

امام محمد غزالی اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں علم کی فضیلت پر شواہد عقلیہ کا ذکر کرتے ہوئے انسانی اعمال وافعال کی تشریح بیان کرتے ہیں۔ اور پھر سیاست کو تمام بنیادی اعمال میں سے اشرف واعلیٰ قرار دیتے ہوئے سیاست کی تعریف میں لکھتے ہیں:

والسياسة في استصلاح الْخلق وإرشادهم إلى الطريق المستقيم المنجى فى الدنيا والآخرة علىٰ أربع مراتب...[5]

اور سیاست مخلوق کی اصلاح چاہنا اور ان کو ایسے راستے کی طرف رہنمائی کرنا ہے جو دنیا و آخرت میں باعث نجات ہو۔ اس لحاظ سے سیاست کے چار مراتب ہیں۔۔۔

فقہاء نے اپنی کتابوں میں لفظ سیاست خصوصی معنوں میں بھی استعمال کیا ہے یعنی اس کا اطلاق تعزیری سزاؤں پر بھی کیا ہے۔ چونکہ سیاست ان تدابیر کو کہتے ہیں جن سے مصالح عامہ کی نگہداشت کی جاتی ہے اور تعزیرات کا مقصد بھی مجرموں اور معاشرہ کی اصلاح اور مصالح عامہ کا تحفظ ہے اس لیے ان سزاؤں پر لفظ سیاست کا لغوی مفہوم بھی صادق آتا ہے۔ البتہ ان عقوبات کے علاوہ بھی بعض احکام کی طرف فقہاء نے

---

[3] سورة النساء: 4/59

[4] BBC English Dictionary, London: HarperCollins Publishers, 1992, p. 887

[5] الغزالي ، محمد بن محمد ، إحياء علوم الدين ، دار المعرفة – بيروت ، ج4،ص20-21

سیاست شرعیہ کی نسبت دی ہے۔ اس حوالے سے زیادہ واضح اور جامع انداز میں ابن عابدین شامی (۱۱۹۸-۱۲۵۲ھ) نے تفصیل سے بیان کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

سَاسَ الْوَالِي الرَّعِيَّةَ: أَمَرَهُمْ وَنَهَاهُمْ كَمَا فِي الْقَامُوسِ وَغَيْرِهِ، فَالسِّيَاسَةُ اسْتِصْلَاحُ الْخَلْقِ بِإِرْشَادِهِمْ إِلَى الطَّرِيقِ الْمُنْجِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔[6]

والی کا رعیت پر سیاست کا مطلب اس کا رعیت کو امر و نہی کرنا ہے۔ پس سیاست یعنی خلق خدا کی اصلاح کرنا ایک ایسے راستے کی طرف رہنمائی دے کر جو دنیاو آخرت میں نجات دہندہ ہو۔

گویا سیاست مخلوق خدا کی اصلاح کی تدابیر کا نام ہے۔ اسے وہ سیاست کی عمومی تعریف قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

وَهَذَا تَعْرِيفٌ لِلسِّيَاسَةِ الْعَامَّةِ الصَّادِقَةِ عَلَى جَمِيعِ مَا شَرَعَهُ اللَّهُ تَعَالَى لِعِبَادِهِ مِنْ الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ۔[7]

یہ سیاست کی عمومی تعریف ہے جو ان تمام احکام شرعیہ پر صادق آتی ہے جو اللہ تعالی نے اپنے بندوں کیلئے قرار دیے ہیں۔

الغرض متذکرہ بالا بیان کی گئی تمام تعریفات کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مسلم مفکرین کے نزدیک مادی اور معنوی مصالح کی بنیاد پر رعایا کے عمومی مفاد کے لیے امور کی تدبیر کرنا سیاست کہلاتا ہے۔

سیاست قرآن وحدیث کی روشنی میں:

قرآن وحدیث اسلامی تعلیمات کا بنیادی اور عظیم منبع ہیں۔ سیاست کے مطالعہ میں ان دو ذرائع سے رہنمائی لینا از حد ضروری ہے تاکہ واضح ہو سکے کہ اس سلسلہ میں قرآن اور احادیث رسول ﷺ کیا تصور پیش کرتے ہیں؟ اور انسانی معاشروں کے نظام کو چلانے کے لیے ان میں کون سے اشارے ملتے ہیں۔

الف۔ قرآن اور سیاست:

اسلام کا دیا ہوا دستور اور نظام زندگی اعتقادی، اخلاقی، سیاسی، اقتصادی، عسکری اور سماجی ہدایات واحکامات پر مشتمل ہے۔ اسلام ایک ایسا مکمل ضابطہ حیات اور لائحہ عمل ہے جو انسانیت کی دنیوی اور اخروی سعادت وخوش بختی کا ضامن ہے۔ یہ انسانی معاشرے کے تمام شعبوں میں عمل دخل رکھتا ہے اور انسان کی دنیاوی زندگی کو حیات اخروی سے جدا نہیں سمجھتا۔ جہاد و دفاع، مسلمانوں کے باہمی تعلقات، غیر مسلموں کے ساتھ ان کے روابط، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، عدالت و قضاوت، حدود و تعزیرات، ظلم وستم کا مقابلہ، زکوۃ وصدقات، تبلیغ وہدایت، تعلیم وتربیت، اقتصادی ومعاشی قوانین، کاشتکاری وجانوروں کی پرورش، صحت وسلامتی، اور اسی طرح کے دسیوں سیاسی واجتماعی پروگرام، شریعت مقدس اسلام کا حصہ ہیں۔ اسی بناء پر یہ دیکھنا ضروری ہے کہ قرآن مجید نے معاشرے کے سیاسی امور کے حوالے سے انسانوں کو کیا لائحہ عمل دیا ہے۔ اس مطلب کو بیان کرنے کے لیے قرآن مجید کی چند آیات پیش کرتے ہیں: سب سے پہلے تو آنحضرت ﷺ کی بعثت کا جو مقصد اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس میں بیان فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[6] ابن عابدين ، محمد أمين بن عمر ، رد المحتار على الدر المختار ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر الطبعة: الثانية، 1966 م ، ج4،ص15

[7] ابن عابدين ، محمد أمين بن عمر ، رد المحتار على الدر المختار ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر الطبعة: الثانية، 1966 م ، ج4،ص15

لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا۟ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ۔[8]

درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور اُن کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

سورہ نور میں ایک مقام پر صالح مومنین سے خلافت ارضی کا وعدہ کیا جارہا ہے تاکہ زمین پر اللہ کا دین مستحکم اور نافذ ہو، چنانچہ ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ كَمَا ٱسْتَخْلَفَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ ٱلَّذِى ٱرْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِى لَا يُشْرِكُونَ بِى شَيْـًٔا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ۔[9]

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال بجالائے ہیں اللہ نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے کہ انھیں زمین میں اس طرح جانشین ضرور بنائے گا جس طرح ان سے پہلوں کو جانشین بنایا۔ اور جس دین کو اللہ نے ان کے لیے پسندیدہ بنایا ہے اسے پائیدار ضرور بنائے گا اور انھیں خوف کے بعد امن ضرور عطا کرے گا، وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نا ٹھہرائیں۔ اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

ب: سیاست ازروئے احادیث

اگر لفظ سیاست یا اس کے مشتقات کی بات کی جائے، تو حضرت محمد ﷺ سے منقول احادیث میں صرف ایک حدیث میں لفظ "السیاسۃ" سے مشتق فعل کا استعمال ہوا ہے، یہ حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث نقل ہوئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَتَكُونُ خُلَفَاءُ فَتَكْثُرُ. قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: فُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ، وَأَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ، فَإِنَّ اللهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ۔[10]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے تھے۔ جب بھی ایک نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہو جاتا۔ بے شک، میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا، البتہ خلفاء ہوں گے اور وہ کثرت سے ہوں گے۔ لوگوں نے پوچھا: آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یکے بعد دیگرے آنے والوں کی بیعت پوری کرو اور ان کا حق ان کو دو، کیونکہ اللہ ان سے ان لوگوں کے بارے میں، جن کی رکھوالی وہ کر رہے ہیں، باز پرس کرے گا۔

حضرت عوف بن مالک سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ، وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ، وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ، وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ. قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ بِالسَّيْفِ؟ فَقَالَ:

---

[8] سورہ آل عمران: 3/164

[9] سورہ نور: 24/55

[10] قشيري،مسلم بن الحجاج ، الجامع الصحيح المسلم، دار الطباعة العامرة – تركيا: 1334ھ،ج6،ص17،ح1842

لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْ وُلَاتِكُمْ شَيْئًا تَكْرَهُونَهُ فَاكْرَهُوا عَمَلَهُ، وَلَا تَنْزِعُوا يَدًا مِنْ طَاعَةٍ .»۔[11]

تمہارے بہترین امام وہ ہیں جو تم سے محبت کرتے ہیں اور تم ان سے محبت کرتے ہو، وہ تم سے اچھا برتاؤ کرتے ہیں اور تم ان سے۔ جبکہ تمہارے بد ترین امام وہ ہیں جن سے تم نفرت کرتے ہو اور وہ تم سے نفرت کرتے ہیں، تم ان پر لعنت بھیجتے ہو اور وہ تم پر لعنت بھیجتے ہیں۔ پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم ان سے تلوار کے ساتھ جنگ نہ کریں؟ جواب دیا: نہیں، جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کریں۔ اور جب تم اپنے اماموں میں کوئی مکروہ کام دیکھو تو ان کے اس عمل سے نفرت کرو، مگر اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچو۔

مذکورہ بالا احادیث میں مسلمانوں کی جماعت اور ان کے اماموں سے متمسک رہنے کا حکم دیا گیا ہے اگرچہ وہ جہنم کی طرف بھی بلانے والے کیوں نہ ہوں، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے گمراہی پر مبنی اعمال کو اپنا لیا جائے، کیونکہ آپ ﷺ نے ان کے ایسے اعمال کی تائید اور ان پر عمل کرنے سے روکا ہے جو جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اس لیے کہ اطاعت صرف نیک کاموں میں ضروری ہے اور خلاف شریعت امور میں اطاعت حرام ہے۔

پس اس بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر انسان قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں تدبر کرے تو اس پر مخفی نہیں رہتا کہ سیاست کے متعلق بے شمار آیات اور احادیث موجود ہیں جن میں واضح کیا گیا ہے کہ کیسے لوگوں اور شہروں کی اصلاح کی جاسکتی ہے، عمومی مصالح کا حصول اور مفاسد سے دفع کیسے ممکن ہے۔ کیونکہ اسلامی شریعت کامل شریعت ہے جو کہ زندگی کے تمام انفرادی، اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی معاملات کا احاطہ کرتی ہے۔

ج: سیاست ازروئے اقوال صحابہ کرام

مادہ " السیاسۃ، بطور فعل تو حضرت ابوہریرہ کی سابق الذکر حدیث میں بھی استعمال ہو چکا ہے۔ جیسا کہ عہدِ حضرت عمر فاروق میں بھی مادہ سیاست فعل مضارع کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے مصنف، میں اور حاکم نے متدرک الوسائل، میں مستظل بن حصین سے روایت کیا ہے:

خطبنا عمر بن الخطاب فقال: قد (علمت) ورب الكعبة (متى تهلك) العرب، فقام إليه رجل من المسلمين فقال: متى يهلكون يا أمير المؤمنين؟ قال: حين يسوس أمرهم من لم يعالج الجاهلية، ولم يصحب الرسول۔[12]

حضرت عمر بن خطاب نے ایک مرتبہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم مجھے معلوم ہے کہ کب عرب ہلاک ہوں گے، ایک شخص نے استفسار کیا کہ اے امیر المومنین کب وہ ہلاک ہوں گے؟ فرمایا: جب ان کے امور کا انتظام و انصرام وہ سنبھالے گا جس نے نہ تو خود کو جاہلیت سے پاک کیا ہو گا اور نہ ہی اسے آنحضرت ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی ہو گی۔

---

11 قشيري،مسلم بن الحجاج ، الجامع الصحيح المسلم، دار الطباعة العامرة – تركيا: 1334ھ،ج6،ص24،ح1855

12 ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد،مصنف بن أبي شيبة ، (دار التاج - لبنان)، الطبعة: الأولى، 1409 ه- - 1989 م،ج18،ص186،ح34651

اسی طرح یہ فعل مضارع میں مادہ السیاسۃ کا استعمال حضرت علی بن ابی طالب کے کلام میں بھی ملتا ہے۔ مسند ابن الجعد میں مستظل بن حصین ہی سے ایک صحیح السند روایت کو نقل کیا گیا ہے:

سَمِعْتُ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ عَلَى هَذَا الْمِنْبَرِ: «يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ، وَاللَّهِ لَتُجَدُنَّ فِي أَمْرِ اللَّهِ وَلَتُقَاتِلُنَّ عَلَى طَاعَةِ اللَّهِ أَوْ لَيَسُوسَنَّكُمْ أَقْوَامٌ أَنْتُمْ أَقْرَبُ إِلَى الْحَقِّ مِنْهُمْ فَلَيُعَذِّبَنَّكُمْ ثُمَّ لَيُعَذِّبَنَّهُمُ اللَّهُ»[13]

میں نے منبر پر علی کو یہ کہتے سنا: اے اہل کوفہ اللہ کی اطاعت کرو و گرنہ تمہارے اوپر ایسی قومیں سیاست کریں گی کہ جن کی نسبت تم حق کے قریب ہوگے، وہ تمہیں عذاب میں مبتلا کریں گے اور اللہ ان کو عذاب دے گا۔

خلافت اور سیاست

خلافت کا مفہوم:

قرآن مجید میں سیاسی مفہوم میں جو اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں ان میں سے ایک استخلاف بھی ہے۔ جس سہ حرفی مادہ سے یہ لفظ ترکیب پاتا ہے، وہ "خلف" ہے۔ اس سے خلافت کا لفظ بھی ماخوذ ہے۔ لفظ خلافت بھی قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا، البتہ اس سے ماخوذ کئی دیگر الفاظ کتاب الہی میں مذکور ہیں جن سے نہ صرف خلافت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم واضح ہوتا ہے بلکہ خلافت کی حقیقت بھی معلوم ہوتی ہے۔

خلافت کا لغوی مفہوم:

اہل لغت نے خلافت کا مادہ "خلف" بتایا ہے، جس کا معنی پیچھے رہ جانے اور جانشین ہونے کے ہیں، اور اسی سے خلافت بمعنی نیابت و جانشینی کے آتا ہے۔ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

وھی تکون إسماوظرفا... وقوله:والخلف: الظهر... والتخلف:ألتأخر.[14]

لفظ خلاف اسم اور ظرف کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی پیچھے، بعد میں یا تاخیر سے آنے والے کے ہیں۔

اس سے استخلاف یعنی قائم مقام ہونے، بعد میں آنے اور کسی کی جگہ لینے کا عمل، ترکیب پاتا ہے۔ اس عمل سے گزرنے والے کو خلیفہ اور خود اس عمل کو خلافت کہا جاتا ہے۔[15]

خلافت کا اصطلاحی مفہوم:

اس سلسلہ میں سب سے اہم "خلیفہ" کا لفظ ہے جو کتاب الہی میں دو مقامات پر موجود ہے۔ جیسا کہ تخلیق آدم علیہ السلام کے بیان میں ارشاد ہوتا ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً.[16]

---

13 الجَوْهَري ، علي بن الجَعْد بن عبيد ، مسند ابن الجعد، مؤسسة نادر – بيروت الطبعة: الأولى، ،ص327

14 ابن منظور ، محمد بن مكرم ، لسان العرب، دار صادر – بيروت الطبعة: الثالثة - 1414 هـ، ج3،ص83

15 ابن منظور ، محمد بن مكرم ، لسان العرب، دار صادر – بيروت الطبعة: الثالثة - 1414 هـ، ج3،ص83

16 سورة البقرة: 2/30

پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

خلیفہ اور خلافت کے اس لغوی مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے جمہور مفسرین کی ان آراء کا مطالعہ کرتے ہیں جو مذکورہ بالا آیت خلافت کے ضمن میں لفظ خلیفہ کی تشریح میں وارد ہوئی ہیں۔ آیت مذکورہ کے ضمن میں ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

وذلك الخليفة هو آدمُ ومن قام مقامه في طاعة الله والحكم بالعدل بين خلقه۔[17]

یہاں خلیفہ سے مراد آدم علیہ السلام ہیں اور ہر وہ شخص جو اللہ کی اطاعت مخلوق خدا کے درمیان عدل کی حاکمیت کے لحاظ سے آدم علیہ السلام کا قائم مقام ہو۔

قرآن کے اعلان کے مطابق انبیائے کرام کا مقدس سلسلہ ہدایت وامامت نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اب کسی نبی کے بطور "خلیفۃ اللہ فی الارض مبعوث ہونے کے تمام امکانات مکمل طور پر ختم ہو چکے ہیں۔ مولانا محمد شفیع (۱۸۹۷-۱۹۷۶ء) لکھتے ہیں:

خاتم الانبیاء کا زمانہ خلافت ونیابت تا قیامت ہے۔ اس لیے قیامت تک آپ ہی اس زمین میں خلیفہ اللہ ہیں۔ وقُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (الاعراف:۱۵۸) آپ ﷺ کی وفات کے بعد نظام عالم کے لیے جو نائب ہو گا وہ خلیفۃ الرسول اور آپ ﷺ کا نائب ہو گا۔[18]

یہاں یہ نکتہ بھی قابل وضاحت ہے کہ خلافت کی اصطلاح جدید سیاسی علوم کے پیمانے پر "ریاست" اور "حکومت" دونوں کے لیے استعمال ہوتی ہے، تاہم صرف حکومت کی نشاندہی کرنے کے لیے لفظ امامت اور امارت بھی استعمال ہوا ہے۔ امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

خلافت کی اصطلاح اسلامی اصولوں پر ایک قائم شدہ ریاست کے لیے استعمال ہوتی ہے اور امامت یا امارت سے مراد وہ گورنمنٹ ہوتی ہے جو خلافت کے ارادوں کی تنفیذ کرتی اور اس کے منصوبوں کو عملی جامہ پہناتی ہے۔"[19]

پس قرآن وسنت میں انسانی زندگی کے انفرادی، معاشرتی، قومی اور بین الاقوامی مسائل کے بارے جو تعلیمات موجود ہیں، ان کا مجموعہ اسلامی نظام ہے اور ان کا عملی نفاذ "نظام خلافت کہلاتا ہے۔ ریاست کا اسلامی تصور، خلافت کی اصطلاح کے اندر چھپا ہوا ہے۔ اسلام نے اصولوں پر قائم شدہ سیاسی تنظیم کے لیے ریاست یا سلطنت یا حکومت کی اصطلاحیں اختیار نہیں کی ہیں بلکہ خلافت یا امامت یا امارت کی اصطلاحیں اختیار کی ہیں۔

دین اور سیاست میں عدم جدائی کا نظریہ اور دلائل:

---

17 الطبري ، محمد بن جرير ، جامع البيان عن تأويل آي القرآن، دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان الطبعة: الأولى، 2001 م ،ج1،ص452

18 محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن ، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۸۸ء، ج1،ص185

19 اصلاحی، امین احسن، مولانا، اسلامی ریاست ، انجمن خدام القرآن، لاہور ۱۹۷۷ء ، طبع اول، ص: ۱۵

اسلامی معاشروں میں دین اور سیاست کی جدائی کی بحث پچھلی ایک صدی سے رونما ہوئی ہے، وگرنہ اسلامی احکام و قوانین کی ماہیت بتاتی ہے کہ اسلام میں جہاں انفرادی قوانین موجود ہیں وہاں سیاسی، اجتماعی اور معاشرتی قوانین بھی پائے جاتے ہیں اور ان تمام چیزوں کا احاطہ دین اسلام کرتا ہے۔ اسلام کے سلطنت و حکومت سے تعلق کی تشریح کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

> اس دین (اسلام) کی جامعیت کی تشریح مختلف پہلوؤں سے کی گئی ہے، ان ہی میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ سلطنت اور دین کا معتدل مجموعہ ہے۔ وہ ایسی سلطنت ہے جو ہمہ تن دین ہے یا ایسا دین ہے جو سر تا پا سلطنت ہے، مگر سلطنت الٰہی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس سلطنت الٰہی میں قیصر کا وجود نہیں، اس میں ایک ہی اعلیٰ حاکم و آمر مانا گیا ہے، وہ حاکم علی الاطلاق اور شہنشاہ قادر مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔ بادشاہی اس کی ہے، حکم اس کا ہے، فرمان صرف اسی کا صادر ہوتا ہے اور دوسرے مجازی حاکموں اور آمروں کا حکم اسی وقت مانا جاتا ہے جب وہ عین حکم الٰہی ہو یا اس پر مبنی ہو اور کم از کم اس کے مخالف نہ ہو۔۔۔" [20]

گویا اسلام میں حاکمیت اصل میں اللہ تعالیٰ کی ہے اور دنیوی حاکم یا بادشاہ کا کام اس کے احکامات کو اس کی نیابت میں زمین پر نافذ کرنا ہے۔ چنانچہ دین کی مزید تشریح کرتے ہوئے علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

> خدا کیلئے اور خدا کی خوشنودی کے حصول کیلئے سیاست و سلطنت سے متعلق جو کام بھی حسب حکم الٰہی کیا جائے وہ دین ہے۔ امام کی امامت، خلیفہ کی خلافت، راعی کی رعیت، والی کی ولایت، امیر کی امارت، حاکم کی حکومت، رعایا کی نگرانی، قاضی کی دادگری، عمال کا عمل، سپاہی کا قتال، مجاہد کا جہاد، محاصل کی ادائیگی، امراء کی واجبی اطاعت، غرض سلطنت کے تمام متعلقہ شعبوں سے متعلق جو کام بھی حسب احکام الٰہی اللہ کیلئے کیا جائے وہ سب دین اور اطاعت اور موجب قربت ہے۔ [21]

اس کے برعکس مغربی معاشروں میں دین کو محدود کر کے پیش کیا گیا ہے کہ دین کا تعلق اجتماعی و سیاسی مسائل سے نہیں ہے، بلکہ دین محض فرد اور خدا کے رابطے کا نام ہے۔ لہٰذا اجتماعی، سیاسی، اور بین الاقوامی مسائل، حکومت اور لوگوں کے درمیان روابط اور حکومتوں کے مابین روابط، یہ سب انسان اور خدا کے رابطے سے جداگانہ چیزیں ہیں اور ان کا دین سے کوئی واسطہ یا تعلق نہیں ہے۔ حقیقت میں اجتماعی معاملات سے دین کی بے دخلی کی تاریخ یورپ میں کلیسا اور ریاست کی جدائی کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ لہٰذا اس کا ایک خاص پس منظر ہے جس کو باقی ادیان بالخصوص دین اسلام سے جوڑنا کم علمی اور تقلیدی ذہن کی پیداوار ہو سکتی ہے وگرنہ اسلامی نقطہ نگاہ سے دین ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے کہ جس کے اندر انسان کے فردی اور اجتماعی دونوں مسائل شامل ہیں اور اس کے اندر انسان کا خدا سے رابطہ اور انسان کا آپس میں رابطہ اور دیگر سیاسی، اجتماعی اور بین الاقوامی روابط بھی شامل ہیں کیونکہ اسلامی نقطہ نظر سے خداوند عالم تمام دنیا پر حاکم ہے۔ لہٰذا سیاست، اقتصاد (معاش) تعلیم و تربیت، مدیریت اور وہ تمام مسائل جو انسانی زندگی سے متعلق ہیں وہ سب دینی احکام میں شامل ہیں۔

اسلامی ریاست کے وجود کی ضرورت:

سیکولر فکر کے حامل علماء و دانشور حضرات اسلام کے لیے کسی حکومت و ریاست کو ضروری نہیں سمجھتے ہیں، ایسی ریاست کہ جو اسلام کے نام سے وجود پذیر ہو، زمین پر اسلام کا پرچم بلند کرے، اللہ کے احکامات کو رعایا پر نافذ کرے، دنیا میں اسلام کی تبلیغ کا فریضہ انجام دے اور اپنی

---

[20] محمد طفیل (مدیر)، نقوش رسولﷺ نمبر ، ادارہ فروغ اردو، لاہور ، ۱۹۸۲ء، شمارہ: ۱۳۰، ج2،ص343

[21] محمد طفیل (مدیر)، نقوش رسولﷺ نمبر ، ادارہ فروغ اردو، لاہور ، ۱۹۸۲ء، شمارہ: ۱۳۰، ج2،ص343

جغرافیائی حدود کی حفاظت کرے۔ ان کی نظر میں اسلام محض روحانی و معنوی ہدایات کا حامل ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان تعلقات سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

1۔ آیاتِ قرآن:

ریاستی امور کے حوالے سے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر احکامات صادر ہوئے ہیں، ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّواْ ٱلۡأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا وَإِذَا حَكَمۡتُم بَيۡنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحۡكُمُواْ بِٱلۡعَدۡلِۚ إِنَّ ٱللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِۦٓۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ سَمِيعَۢا بَصِيرٗا۔[22]

مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

اس آیت میں سربراہان حکومت وریاست کو خطاب کیا جارہاہے کہ وہ امانات کی رعایت کریں اور عدل کے ساتھ فیصلے کریں امانت اور عدالت میں نقص امت کو ہلاکت وبربادی میں ڈالنے کا باعث ہے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے:

«إِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ. قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: إِذَا أُسْنِدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ»[23]

جب امانت ضائع کی جانے لگے تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! امانت کے ضیاع سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب ذمہ داریوں کو نااہل افراد کے سپرد کیا جانے لگے تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔

2۔ احادیث رسول اکرم ﷺ:

اگر سیاسی امور کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو متعدد مقامات پر آپ ﷺ کی ہدایات ملتی ہیں جن میں نا صرف حکمرانوں کے اوصاف بلکہ رعایا کی ذمہ داریوں کو بھی بیان فرمایا ہے۔ اس حوالے سے وعظ ونصیحت کے ساتھ ساتھ ادائے حقوق کی بھی تعلیم فرمائی، جیسا کہ اس کا تفصیلی بیان آئندہ فصول میں سیاست از روئے حدیث کے ضمن میں بیان ہوگا۔ اس حوالے سے آپ ﷺ کی مشہور حدیث ہے جس میں فرمایا:

وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔[24]

اگر کوئی مرجائے اور اس کی گردن میں (کسی حاکم کی) بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی غیر مسلم کی بیعت ایک مسلمان پر حرام ہے، لہٰذا جو بیعت اس کو نجات دیتی ہے وہ اس کی بیعت ہے جو اللہ کے حکم کے مطابق فیصلے کرے۔ اگر ایسا شخص نہ ہو تو سب مسلمان گناہ گار ہوں گے یہاں تک کہ اسلامی حکومت وجود میں آجائے اور مطلوبہ بیعت بھی محقق ہوجائے۔ لہٰذا ایک مسلمان پر ضروری ہے کہ یا تو وہ اسلامی حکومت کا انکار کردے یا پھر اس کے قیام کے لیے کوشش کرے۔

صحیح مسلم میں حضرت عوف بن مالک سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[22] سورة النساء:4/58

[23] بخاری ،محمد بن اسماعیل ، الجامع الصحیح، بالمطبعة الكبرى الأميرية، ببولاق مصر، 1311، ج8،ص104، ح6496

[24] قشيري،مسلم بن الحجاج ، الجامع الصحيح المسلم، دار الطباعة العامرة – تركيا: 1334ھ،ج6،ص22، ح1851

« خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ، وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ، وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ، وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ. قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ بِالسَّيْفِ؟ فَقَالَ: لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْ وُلَاتِكُمْ شَيْئًا تَكْرَهُونَهُ فَاكْرَهُوا عَمَلَهُ، وَلَا تَنْزِعُوا يَدًا مِنْ طَاعَةٍ .»۔[25]

تمہارے بہترین امام وہ ہیں جو تم سے محبت کرتے ہیں اور تم ان سے محبت کرتے ہو، وہ تم سے اچھا برتاؤ کرتے ہیں اور تم ان سے۔ جبکہ تمہارے بد ترین امام وہ ہیں جن سے تم نفرت کرتے ہو اور وہ تم سے نفرت کرتے ہیں، تم ان پر لعنت بھیجتے ہو اور وہ تم پر لعنت بھیجتے ہیں۔ پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم ان سے تلوار کے ساتھ جنگ نہ کریں؟ جواب دیا: نہیں، جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کریں۔ اور جب تم اپنے اماموں میں کوئی مکروہ کام دیکھو تو ان کے اس عمل سے نفرت کرو، مگر اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچو۔

3۔ تاریخی دلائل:

تاریخ اسلام میں یہ اظہر من الشمس ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وحی الہی کی روشنی میں اپنی پوری قوت اور فکر کے ساتھ اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی جہاں شریعت کی حکمرانی تھی۔ مدینہ جدید اسلامی ریاست کی بنیاد اور دار الاسلام قرار پایا جس کے سربراہ اور حاکم آپ ﷺ خود تھے، مگر ایک نبی اور رسول ہونے کی حیثیت سے آپ ﷺ کے تصرفات الگ تھے۔ اس لیے فقہاء نے آپ ﷺ کے تصرفات کی مختلف انواع شمار کی ہیں جیسے آپ ﷺ کے حاکم ہونے کی حیثیت سے تصرفات اور اس پر مترتب ہونے والے احکام بیان کیے ہیں۔([26])اور جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو جاتا ہے تو آپ ﷺ کے اصحاب سب سے پہلے جس چیز کا اہتمام کرتے ہیں وہ امام کا انتخاب ہے، چنانچہ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت کرتے ہوئے مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کا انہیں ذمہ دار بنا دیا، اور خلافت راشدہ کے بعد بھی مسلمانوں کی تاریخ میں یہی ہوتا آیا ہے اور علماء اسلام نے ہمیشہ امام اور حاکم کے نصب کرنے پر اسلامی اصولوں سے استدلال کیا ہے۔ بیسویں صدی سے پہلے تک مسلمانوں کی طول تاریخ میں کہیں نہیں ملتا کہ انہوں نے سیاست کو دین سے الگ سمجھا ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے اسی بابت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا:

أَلَا إِنَّ رَحَى بَنِي مَرَحٍ قَدْ دَارَتْ ، وَقَدْ قُتِلَ بَنُو مَرَحٍ ، أَلَا إِنَّ رَحَى الْإِسْلَامِ دَائِرَةٌ ، فَدُورُوا مَعَ الْكِتَابِ حَيْثُ دَارَ ، أَلَا إِنَّ الْكِتَابَ وَالسُّلْطَانَ سَيَفْتَرِقَانِ فَلَا تُفَارِقُوا الْكِتَابَ ، أَلَا إِنَّهُ سَيَكُونُ أُمَرَاءُ يَقْضُونَ لَكُمْ، فَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ أَضَلُّوكُمْ وَإِنْ عَصَيْتُمُوهُمْ قَتَلُوكُمْ» قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ، فَكَيْفَ نَصْنَعُ؟ قَالَ: «كَمَا صَنَعَ أَصْحَابُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ، نُشِرُوا بِالْمَنَاشِيرِ وَحُمِلُوا عَلَى الْخَشَبِ مَوْتٌ فِي طَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ حَيَاةٍ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ»[27]

اسلام کی چکی گھوم رہی ہے تو تم بھی اسلام کے ساتھ گھومو (یعنی ثابت قدم رہو)۔ یاد رکھو کہ قرآن اور سلطان (حکومت) کی تمہارے درمیان تفریق عمل میں آئے گی۔ اللہ کی کتاب کو کسی حال میں نہ چھوڑنا۔ تمہارے درمیان ایسے حاکم ہوں گے جن کے

---

[25] قشيري،مسلم بن الحجاج ، الجامع الصحيح المسلم، دار الطباعة العامرة – تركيا: 1334ھ،ج6،ص24،ح1855

[26] القرافي، شهاب الدين أحمد بن إدريس ، الإحكام في تمييز الفتاوى ، دار البشائر الإسلامية بيروت – لبنان الطبعة: الثانية، 1995 م ، ج1،ص99

[27] الطبراني ،سليمان بن أحمد ، المعجم الصغير ، المكتب الإسلامي , دار عمار - بيروت , عمان الطبعة: الأولى، 1405 -،ج2،ص42،ح749

پاس دوہرے پیمانہ ہوں گے۔ اگر تم نے ان کی نافرمانی کی تو وہ تم کو قتل کر دیں گے اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو وہ تم کو گمراہ کر دیں گے۔ صحابہ نے پوچھا ایسی حالت میں ہم کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم وہی کرنا جو حضرت عیسی کے حواریوں نے کیا تھا، انہیں آرے سے چیرا گیا اور صلیب پر چڑھایا گیا۔ اللہ کی اطاعت میں موت اللہ کی نافرمانی سے بہتر ہے۔

گویا دین و دنیا کی تفریق ایک ناپسندیدہ چیز ہے اس کے واقع ہونے کی خبر رسول اللہ ﷺ نے خود دی اور اس خطرے سے آگاہ بھی کیا۔ اور سیکولر حضرات کا یہ کہنا کہ محمد مصطفی ﷺ فقط رسول تھے اور انہوں نے کوئی حکومت قائم نہیں کی تھی صریحاً غلط ہے، کیونکہ اس کا اعتراف تو وہ حضرات خود بھی کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایسے اقدامات کیے جو ایک حکمران اور فرمانروا کیا کرتا ہے۔

4۔ دین اسلام کی عمومیت اور فطری مزاج سے دلیل:

اسلام ایک کامل دین اور کامل شریعت ہے اس کا تعلق زندگی کے تمام مشاکل، مسائل اور تمام حالات سے ہے۔ زندگی کا کوئی پہلو نہیں جس میں اس کی رہنمائی نہ ہو۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ عبادات میں تو اس کی رہنمائی ہو مگر معاملات اور اجتماعی امور میں وہ لاتعلق ہو اور حکومت کے معاملات کو لوگوں کی پسند اور ناپسند پر چھوڑ دیا جائے تاکہ جو خدا اور رسول کے باغی ہیں وہ جس طرح چلائیں اس کا انتظام چلائیں۔ اسلام میں جہاں نماز کی صفوں میں نظم کا حکم دیا گیا ہے وہاں سفر میں کسی کو امیر بنانے کا بھی حکم موجود ہے۔ افراتفری اور بے نظمی کو یہ دین پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں بھی حدیث میں آیا ہے:

"إذا كان ثلاثةٌ في سفرٍ فليُؤَمِّروا أحدَهم"۔[28]

جب تین افراد سفر پر نکلیں تو کسی ایک کو امیر بنا لیں۔

گویا جب سفر میں امارت ضروری ہے جو ایک عارضی چیز ہے اور میدان و بیابان میں جہاں حکومت مستقل نہیں، تو آبادی اور شہر میں اور ملک میں بے امارت و حکومت زندگی گزارنا اس دین میں کیسے روا رہ سکتا ہے جو ایک ضابطہ حیات ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ:

> عوام کے لیے ولایت و حکومت واجبات دین میں سے ہے اور اس کے بغیر دینی اور دنیوی کوئی بھی معاملہ درست نہیں ہو سکتا ہے، ہر فرد سماج کا جزو ہے اور دونوں کے درمیان ارتباط اور ہم آہنگی ضروری ہے اور اس ہم آہنگی کے لیے اجتماعی نظام کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت حکومت سے پوری ہوتی ہے۔[29]

جو لوگ دین و دنیا کی تفریق کرتے ہیں اور امور سیاست کا رشتہ عبادت و اطاعت سے ختم کرتے ہیں وہ مزاج دین اور طبیعت دین اسلام سے ناواقف ہیں۔ وہ تاریخ مسیحیت سے متاثر ہیں جہاں کلیسا اور اسٹیٹ کے درمیان ایک طویل کشمکش جاری رہی اور پھر دونوں میں جدائی ہو گئی۔

اسلامی ریاست کا قیام، مقصد، نوعیت اور مفکرین کی آراء کا جائزہ:

ا۔ اسلامی ریاست کا قیام اور مقصد:

---

[28] ابو داؤد ،سليمان بن الاشعث ،سنن ابى داؤد، المطبعة الأنصارية بدهلي- الهند1323ھ، ج4،ص251،ح2609

[29] ابن تيميہ، السياسة الشريعة في إصلاح الراعي والرعية ، المكتبة العلمية - المدينة المنورة ،ج1،ص232

اسلامی ریاست کے قیام کو مختلف ادوار کے علماء وفقہاء نے فرائض میں سے شمار کیا ہے۔ اور اس کے لیے انہوں نے قرآن واحادیث اور سیرت رسول خدا ﷺ اور عمل خلفاء راشدین کو مورد استناد بنایا ہے۔ خلیفہ و امام اور حکومتی عمال کی ذمہ داریوں اور فرائض کو بھی ذکر کیا ہے۔ قدیم فقہاء میں سے ماوردی کے مطابق اسلامی ریاست یا خلافت و امامت کا قیام، اجتماع انسانی کے لیے ضروری ہے۔ احکام السلطانیہ کے ابتدائی الفاظ ہی یہ ہیں:

الْإِمَامَةُ: مَوْضُوعَةٌ لِخِلَافَةِ النُّبُوَّةِ فِي حِرَاسَةِ الدِّينِ وَسِيَاسَةِ الدُّنْيَا، وَعَقْدُهَا لِمَنْ يَقُومُ بِهَا فِي الْأُمَّةِ وَاجِبٌ بِالْإِجْمَاعِ.[30]

خلافت قائم ہوتی ہے نبی کی نیابت کے لیے دین اسلام کی حفاظت اور دنیا کے نظم ونسق چلانے اور اس کی اصلاح کرنے کے لیے۔

اور اس کا انعقاد امت میں اجماعاً واجب ہے۔

ماوردی نے جہاں خلافت کے قیام کو واجبات میں شمار کیا ہے، وہاں ساتھ ہی اس کے قیام کا مقصد بھی واضح کر دیا ہے کہ یہ دین و دنیا میں فلاح کے حصول کا موجب ہے۔

اسلامی ریاست کی نوعیت وماہیت:

ایک اہم مسئلہ اسلامی ریاست کی نوعیت وماہیت کا ہے۔ کیا اسلامی ریاست اپنی ماہیت میں قرون وسطی کی مسیحی مذہبی ریاستوں کی طرح کوئی مذہبی ریاست (پاپائیت / تھیاکریسی) ہے؟ یا یہ ریاست کلیت پسندانہ (Totalitarian) ہے کہ شورائی وجمہوری؟ خاندانی وموروثی بادشاہت وآمریت کا نظریہ کس حد تک اسلام کے نظریہ سیاست سے مطابقت رکھتا ہے؟

کیا اسلامی ریاست کی ماہیت اور اس کے سیاسی اوضاع کو جدید مغربی اصطلاحات میں بیان کیا جا سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی ریاست دنیا کی تمام موجودہ ریاستوں سے منفرد اور جداگانہ نوعیت کی ریاست ہے۔ اس لیے مغربی سیاسی اصطلاحات کا انطباق اسلامی ریاست کے اجزاء پر درست نہیں۔ اسلام کا سیاسی نظریہ دراصل اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کا مظہر اتم ہے۔ اللہ کی یہ حاکمیت مطلقہ بیشتر مسلم ممالک کے دساتیر کی طرح محض ایک لفظی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ ایک بڑی زمینی حقیقت کی حامل ہے جس سے اسلام کے نظام سیاست اور دیگر نظام ہائے سیاست میں بنیادی نوعیت کے فرق واقع ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی حاکمیت جس پر قرآن وسنت کی بے شمار آیات واحادیث شاہد ہیں، اسلام کے سیاسی ڈھانچے کی ایک بالکل جداگانہ صورت گری پر منتج ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں قرآن کریم کی درج ذیل آیت اساسی حیثیت رکھتی ہے جس سے امام ابن تیمیہ نے سیاست شرعیہ کے دو بنیادی اصولوں کا استنباط کیا ہے، اور یہی اصول دراصل اسلام کے نظام سیاست کا اصل الاصول اور بنیادی جوہر ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُكُمۡ أَن تُؤَدُّواْ ٱلۡأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهۡلِهَا وَإِذَا حَكَمۡتُم بَيۡنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحۡكُمُواْ بِٱلۡعَدۡلِۚ۔[31]

مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

اسلام کا نظام سیاست ملوکیت وبادشاہت اور مطلق العنانیت کے اسی طرح خلاف ہے جیسے مغرب کا جمہوری نظام اس کا مخالف ہے۔ اسلام ان دونوں نظام ہائے حکومت کے مفاسد اور خرابیوں سے پاک ایک معتدل ومیانہ روطرز عمل کا داعی وعلمبردار ہے۔ چنانچہ علامہ اقبال نے نظام حکومت وسیاست کے باب میں ملوکیت وآمریت کی بڑی شد ومد سے مذمت ومخالفت کی اور اسے اسلام کی روح شورائیت سے متصادم قرار

---

30 الماوردي، علي بن محمد بن محمد ، الأحكام السلطانية، دار الحديث - القاهرة ، 1418 ھ ، ص15

31 سوره نساء:4/58

دیا۔ ان کی رائے میں اسلام میں ملوکیت و بادشاہت کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔(32)علامہ اقبال نے نظام ملوکیت کے ساتھ ساتھ مغربی جمہوریت پر بھی سخت تنقید کی۔ وہ اس کو دیو استبداد قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ جمہوریت کے نام پر قائم اس ظالمانہ نظام کو رد کر کے ایک ایسے جمہوری نظام کا تصور پیش کرتے ہیں جس کا ظاہر و باطن سراسر جمہوری ہو۔ وہ مروجہ مغربی جمہوری نظام کے پس پردہ ملوکیت کو کارفرما سمجھتے ہیں۔ 33

نتائج بحث:

ا۔ بنیادی طور پر سیاست کی تفہیم از حد ضروری ہے۔ اسلامی مصادر، معاجم اور برجستہ علمائے اسلام کی نظر میں سیاست کا مفہوم رائج الوقت ملکی و قومی سیاست تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ اس کا دائرہ کار تربیت، اصلاح نفس، اصلاح معاشرہ، خاندانی و تعزیری سیاست اور مطلق اصلاحی امور تک پھیلا ہوا ہے۔ اسلامی مفہوم سیاست میں اصلاح نفس کے ساتھ ساتھ معاشرے کی اصلاح، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور تربیتی پہلو نمایاں نظر آتے ہیں۔ گویا اسلامی تعلیمات میں سیاست کا مفہوم معاشرے کے دنیوی مفادات اور اصلاحات تک محدود نہیں ہے بلکہ ان کا ناطہ انسان کی اخروی فلاح و نجات سے جڑا ہوا ہے۔ لہٰذا سیاست دین اسلام کا نہ صرف اہم جزو ہے بلکہ اسلام کو عین سیاست کہنا بھی درست ہے۔ اس لیے کہ دین اسلام اعتقادات، اخلاقیات اور انفرادی و اجتماعی اور سیاسی احکام کا مجموعہ اور انسانوں اور معاشروں کی تربیت کا ضامن ہے۔

2۔ اسلامی اصولوں اور تعلیمات کے تحت اس کا نظریہ سیاسی کسی سابق سیاسی روش کی امضاء یا تقلید نہیں ہے بلکہ اسلام سیاست و حکومت کے متعلق ایک جدید اور اختراعی نظریہ رکھتا ہے جو اسلامی اصول و ضوابط پر مبنی ہے، جنہیں اسلام کے بنیادی مصادر قرآن و سنت رسول ﷺ سے ہی اخذ کیا جاسکتا ہے۔ جہاں انسان کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے نہ صرف انفرادی قوانین کو بیان کیا گیا ہے بلکہ سیاسی، اجتماعی، معاشی اور معاشرتی قوانین کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔ اسلامی سیاست کا ہدف اصلی احکام دین کی حفاظت، نظام عدل کا قیام، دنیا کی اصلاح اور انسان کی فلاح و بہبود ہے۔

3۔ معاشرے کی ہر حوالے سے اصلاح ہی سیاست کا بنیادی مقصد ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی معاشروں میں حسن تدابیر اور اصلاحی سیاست کا فریضہ انجام دیا۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی رسول ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ذات ہیں جو زندگی کے ہر میدان میں اسوہ کامل ہیں۔ آپ میں نبی کریم کی مکی زندگی ہو یا مدنی، کوئی بھی عمل امت کی سیاسی تدبیر اور مفاد سے خالی نہیں تھا۔ آپ ﷺ کی سیاست خالص ،الہی، اور تعمیری فکر کی حامل تھی، جو درحقیقت وحی الہی کے تابع تھی۔

4۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات اور جدید سیاسی افکار کے اصولوں سے عدم آگاہی بھی اسلامی معاشروں میں ان افکار کے رائج ہونے کا باعث رہی ہے بلکہ ان کو اسلامی رنگ میں رنگنے کی بھی سعی کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اسلام اور جدید جمہوری نظام میں پائی جانے والی بعض جزوی مشابہتوں کے باعث اسلام کو جمہوریت کا حامی یا خلافت راشدہ کو جمہوری قرار دینا محض ایک غلط فہمی سے زیادہ کچھ نہیں۔ کیونکہ جدید جمہوری نظام کے عناصر ترکیبی میں سیکولرازم اور حاکمیت عوام جیسے تصورات اسلام سے صریحاً متضاد فلسفے کی شکل میں موجود ہیں۔ جبکہ اسلام کا تصور حاکمیت، تصویر آزادی و مساوات تمام جمہوری نظاموں سے ممتاز اور بالاتر حیثیت کا حامل ہے۔

تجاویز و سفارشات

32 غازی محمود احمد ، محکمات عالم قرآنی علامہ اقبال کی نظر میں ، ص: ۴۱-۴۶

33 فتح محمد ،اقبال کے سیاسی تصورات ، ص: ۲۵

1 ۔افاضل علماء، دانشور حضرات اور مسلم حکمران طبقے پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ عصر حاضر کے تقاضوں اور ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے جدید سیاسی افکار کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک جامع اور متفق علیہ جہت معین کریں جو تمام عالم اسلام کے لیے قابل قبول ہو۔

۲۔ موجودہ دور میں چونکہ مسلم ممالک کے اجتماعی، سیاسی اور معاشی مسائل میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے ایسے میں عالم اسلام کے لیے لازم ہو گیا ہے کہ وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسلامی ممالک کی تنظیم کو ایک مضبوط اور فعال ادارہ بنائیں، جو تمام اسلامی ممالک کی خود مختاری کو تسلیم کرتے ہوئے اسلامی سیاست کے بنیادی اصولوں پر مبنی ایک ایسا جامع آئینی مسودہ تیار کرے جو نہ صرف تمام ممبر ممالک کے لیے قابل قبول ہو بلکہ اس مسودے کی روشنی میں ان اسلامی ممالک میں اس کی عملی ممارست کو یقینی بھی بنائے۔

3۔ ملکی سیاست میں حصہ لینے کے خواہشمند افراد کے لئے قومی اور بین الاقوامی سطح پر ایسے ادارے قائم کئے جائیں جہاں امور مملکت سے متعلق ان کی خصوصی تعلیم و تربیت کا بندوبست ہو۔ ملکی انتظامی امور کی انجام دہی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلام کے بنیادی ماخذ کی روشنی میں اسلامی سیاست کے اصول و قواعد کی تعلیم دی جائے۔ اسلام کی سیاسی تاریخ، اکابر فقہاء و علماء کے افکار، اور اخلاقی ضابطوں کی تعلیم کو بھی اس کا حصہ کا بنایا جائے۔

4۔اتحاد امت وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ ایسے میں تمام مسلم ممالک کے لئے آپس کے جزوی، مسلکی، ملکی اور قومی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پیار و محبت، اخوت اور اتحاد و اتفاق کی فضا کو قائم کرنا از حد ضروری ہے۔ تاکہ مؤثر انداز میں مغربی ثقافتی یلغار اور جدید مغربی سیاسی افکار کے مسلم معاشروں میں پھیلاؤ کا، ایک مشترکہ کوشش کے ذریعہ، سد باب کیا جاسکے۔